چند اخوانی ادیب

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی ○

(دوسری قسط)

محمد قطب

استاذ محمد قطب الاخوان المسلمون کے مفکر و مصنف اور ترجمان سید قطب شہید کے چھوٹے بھائی ہیں۔ پیدائش مصر کے اسی خانوادہ میں ۲۶ اپریل ۱۹۱۹ء کو ہوئی۔ قاہرہ میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم کی تکمیل کے بعد جامعہ قاہرہ میں داخلہ لے لیا جہاں انگریزی زبان اور جدید علوم کی تحصیل کی۔ ۱۹۴۰ء میں ایجوکیشن میں ڈپلوما کیا اور ٹیچرز ٹریننگ کالج سے ایجوکیشن سائیکالوجی کے کورس مکمل کیے۔

استاذ محمد قطب کی زندگی پر ان کے بڑے بھائی سید قطب کے افکار و نظریات اور ان کی قربانیوں کا گہرا اثر پڑا۔ ابتدا ہی سے چھوٹے بھائی کی تعلیم، درسی و غیر درسی مطالعہ کی طرف سید قطب نے خصوصی توجہ صرف کی جس کا اعتراف خود محمد قطب نے کیا ہے:

> سید رحمۃ اللہ کے افکار بالکل آغاز ہی سے میرے ذہن پر حاوی رہے۔ میں نے جب ثانوی تعلیم مکمل کی تو وہ مجھے اپنی سوچ کے دائروں میں شریک کرنے لگے اور مختلف موضوعات پر مباحثہ کے مواقع فراہم کرنے لگے۔ اسی لیے ہماری ارواح اور افکار سب باہم دگر گھل مل گئے۔ پھر ایک ہی خاندان کے تعلق محبت و اخوت نے دو آتشہ کا کام کیا اور باہمی قربت اور ہم آہنگی بڑھتی گئی (محمد المجذوب، علماء و مفکرون عرفتہم، الجزء الثانی، دارالاعتصام قاہرہ، ۱۹۸۶ء، ص ۲۷۸)۔

سید قطب سے قربت اور فکری ہم آہنگی کے باوجود آپ کا میدان کار ادب و تصنیف ہی رہا اور اخوان المسلمون سے باقاعدہ تعلق قائم کرنے میں کوئی دل چسپی نہ لی اور نہ اس طرف رجحان ہی گیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۶۵ء میں آپ کو محض اس وجہ سے گرفتار کر لیا گیا کہ آپ قطب خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور اپنی

○ ریڈر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، انڈیا

تحریروں کی وجہ سے عوام میں مقبول اور ہردلعزیز ہیں اور اپنے مکتبہ سے اسلام پسندوں کی کتابیں شائع کر رہے ہیں۔ جیل میں محمد قطب اپنے بھائی اور بہنوں کے ساتھ شدید اذیتوں کا نشانہ بنے اور یہیں سے اخوان سے ان کی عقیدت و محبت اور شیفتگی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ آپ ۳۰ جولائی ۱۹۶۵ء سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۱ء تک جیل میں رہے۔ اس دوران ان کے بڑے بھائی پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے۔ ایک بھانجا ایذا و تعذیب کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ تین بہنیں گرفتار رہیں جن میں شہید بھانجے کی ماں بھی شامل تھیں۔ سب سے چھوٹی بہن کو ۱۰ برس قید کی سزا دی گئی مگر پورا خاندان اسلام کی راہ میں ثابت قدم رہا اور کسی قسم کی بے صبری اور ادنیٰ گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ محمد قطب کہتے ہیں:

> جن حربی کی آزمایش نے میرے دل پر گہرا اثر کیا کیونکہ یہ میری زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔ جیل کی بدترین سختی اور تشدد نے بعض پہلوؤں سے مجھے بالکل بدل کر رکھ دیا۔ میں پہلے ادب و شعر اور موہوم احساسات کی دنیا میں سانس لیتا تھا۔ میں حیرانی و درماندگی کا شکار رہتا تھا اور یہ صورت حال میرے نفس میں حقیقی بحران کی وجہ بن جایا کرتی تھی جس میں کئی برسوں تک میں غوطہ زن رہا مگر جیل میں داخل ہوتے ہی اولین لمحوں اور اندیشوں نے سارا منظرنامہ بدل کر رکھ دیا۔ اب مجھے احساس ہوا کہ میں واقعی موجود ہوں اور میرا وجود حقیقی ہے اور میرے نفس پر واہمہ نہیں بلکہ حقیقت کی چھاپ ہے۔ یہ حقیقت تھی راہ حق میں مسافت طے کرنے اور دعوت دین کے لیے جدوجہد کرنے کی۔ اور یہ کہ اس راہ کا مسافر ضائع اور برباد نہیں ہوتا بلکہ وہی کامیاب اور راہ یاب ہوتا ہے۔ ان لمحوں نے مجھے چوراہے پر لا کھڑا کیا۔ گم کردہ راہ کی حیرانی ختم ہو گئی اور میں شاہراہ پر گامزن ہو گیا (ایضاً' ص ۲۸۰)۔

استاذ محمد قطب آج کل سعودی عرب میں مقیم ہیں اور ام القریٰ یونی ورسٹی میں ایک مدرس' مصنف اور داعی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ نے اسلام' دعوت اسلامی اور مسلمانان عالم کے موضوعات پر دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

○ **الانسان بین المادیة والاسلام** (انسان مادہ پرستی اور اسلام کے درمیان) ○ **منهج الفن الاسلامی** (اسلامی فن کی منہاجیات) ○ **منهج التربیة الاسلامیة** (اسلامی تربیت کی منہاجیات) دو جلدیں ○ **معرکة التقالید** (تقلید کے خلاف معرکہ آرائی) ○ **فی النفس والمجتمع** (نفسیات اور معاشرہ کا مطالعہ) ○ **التطور والثبات فی الحیاة البشریة** (انسانی زندگی میں جمود اور ارتقا) ○ **دراسات فی النفس الانسانیة** (انسانی نفسیات کا مطالعہ) ○ **هل نحن مسلمون** (کیا ہم مسلمان ہیں؟) ○ **قبسات من الرسول** (رسول اکرمؐ کی تعلیمات کی چند جھلکیاں) ○ **شبهات حول الاسلام** (اسلام کے خلاف اعتراضات) ○ **جاهلیة القرن**

العشرین (بیسویں صدی کی جاہلیت) ○ دراسات قرآنیة (قرآنی مطالعات)۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: محمد اشرف علی کا پی ایچ ڈی مقالہ: محمد قطب مساهمته فی النثر العربی الحدیث، غیر مطبوعہ، زیر نگرانی ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری، شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، ۱۹۹۵ء)۔

زینب الغزالی

اخوان المسلمون کی اہم ادیبہ و مصنفہ اور قید و بند کے مختلف مراحل سے ثابت قدمی کے ساتھ گزرنے والی داعیہ اسلام کی پیدایش ۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔ والد محترم جامعہ الازہر کے فارغ التحصیل ایک خوشحال تاجر تھے۔ محترمہ زینب نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی اور ثانوی تعلیم کے لیے سرکاری اسکول کا رخ کیا جہاں سے علم، حدیث، تفسیر اور دعوۃ میں سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔ والد نے ایک داعی اور معلم کی زندگی بسر کرنے کی ہدایت کی اور جنگ احد میں شریک صحابیہ حضرت نسیبہؓ بنت کعب المازنیہ کے اسوہ کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی تلقین کی۔ نوجوانی میں ہدیٰ شعراوی [1] کی تحریک نسواں میں شمولیت اختیار کی مگر جلد ہی یہ حقیقت سمجھ میں آگئی کہ یہ تحریک آزادی اور حقوق کے نام پر خواتین کو گمراہ کر رہی ہے اور یہ کہ اسلام نے عورتوں کو تمام حقوق فراہم کیے ہیں، اس لیے کسی اور نظریہ اور نظام کے در پر دستک دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۸ برس کی عمر میں ۱۹۳۶ء میں آپ نے جماعة السیدات المسلمات کی بنیاد رکھی اور مسلم خواتین و طالبات کو اسلام کے لیے جدوجہد کرنے پر ابھارا۔ حکومت نے اس تنظیم کی مقبولیت اور توسیع کو دیکھ کر ۱۹۶۴ء میں اس پر پابندی لگا دی۔ اس وقت اس کے ارکان کی تعداد ۳۰ لاکھ تھی۔ مصر کی معروف مسجد جامع ابن طولون میں آپ نے اسلامی موضوعات پر مواعظ و خطبات کا ہفتہ وار سلسلہ شروع کیا تو ابتدا میں ۳ ہزار خواتین جمع ہوئیں اور پھر یہ تعداد بڑھ کر ۵ ہزار تک پہنچ گئی۔

(The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World, Vol. II, p 64. (Oxford University Press, 1995).

جماعة السیدات المسلمات نے خطبات و دروس اور لیکچرز کا انصرام کرنے کے ساتھ ایک جریدہ بھی شائع کیا۔ ایک یتیم خانہ بھی قائم کیا اور ناداروں کو مالی امداد فراہم کی اور خاندانی تنازعات کے تصفیے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ سیاسی محاذ پر خواتین کو ملک میں نفاذ قرآن و سنت کے مطالبہ کے لیے منظم کیا۔

اخوان المسلمون کے بانی رہنما شیخ حسن البنا نے محترمہ زینب الغزالی سے درخواست کی کہ مقصد کی وحدت اور فکر و نظر میں ہم آہنگی کے پیش نظر جماعة السیدات المسلمات اور اخوان کی خواتین شاخ الاخوات المسلمات میں انضمام عمل میں آ جائے، مگر اس تجویز کو مختلف اسباب کی وجہ سے عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا۔ ۱۹۴۹ء میں شیخ البنا کی شہادت سے کچھ قبل باہمی مفاہمت کی یہ راہ نکلی کہ زینب الغزالی نے امام

شہید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اپنی تنظیم کے سلسلے میں ہر قسم کے فیصلے کا اختیار مرشد کے حوالے کر دیا۔ مختلف مصالح کے پیش نظر مرشد عام نے جماعۃ السیدات المسلمات کو آزادانہ کام کرتے رہنے کا مشورہ دیا اور زینب الغزالی کو اپنی بیعت میں شامل کر لیا۔ ۱۹۵۰ء میں ناصر کے دور استبداد میں اس تنظیم نے الاخوات المسلمات کے شانہ بشانہ کام کیا اور جیلوں میں بند اخوانی کارکنوں کے اہل خاندان کی کفالت اور پرورش میں ہاتھ بٹایا۔ ۱۹۶۵ء میں محترمہ زینب الغزالی کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور فوجی عدالت نے آپ کو ۲۵ سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ صدر انورالسادات کے دور حکومت میں ۱۹۷۱ء میں آپ کو جیل سے رہائی نصیب ہوئی اور اس طرح سزا میں تخفیف ہو گئی مگر قید وبند کے ان ایام میں آپ کو بڑے روح فرسا اور لرزہ خیز مظالم کا نشانہ بنایا گیا جس کی کچھ جھلک آپ کی خودنوشت ایام من حیاتی (میری زندگی کے چند روز) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۷۷ء میں قاہرہ اور بیروت سے شائع ہوئی۔ خود فاضل مصنفہ نے بیان کیا ہے کہ ایذا و تعذیب کے یہ جاں گداز مرحلے بیشتر مردوں کی قوت برداشت سے باہر تھے اور اگر معجزات اور بصیرت خداوندی سے ہم آغوش نہ ہوتیں تو وہ اس کڑی آزمایش میں ثابت قدم نہ رہ سکتی تھیں (زینب الغزالی ایام من حیاتی' بیروت' دارالقرآن الکریم للعنایۃ بطبعہ و نشر علومہ' ص ۱۷۱-۱۷۰)۔ دراصل جمال عبدالناصر نے انھیں اور ان کے رفیق عبدالفتاح اسماعیل کو خصوصی ہدف بنا رکھا تھا کیونکہ ناصر یہ سمجھتا تھا کہ نوجوانوں کو بھڑکانے والے یہی لوگ ہیں۔ زینب الغزالی یہ سمجھتی ہیں کہ جب تک امریکہ اور روس کا زوال نہیں ہوتا' اسلام قائم نہیں ہو سکتا (ایضاً' ص ۱۵۱)۔ انھوں نے اس پروپیگنڈے پر بھرپور تنقید کی کہ ناصر کے قتل کی سازش میں اخوانیوں کا ہاتھ تھا۔ ان کے خیال میں نااہل حکمرانوں کے قتل سے اس معاشرے کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا جو اسلامی تعلیم و تربیت کا سخت حاجت مند ہے۔ بنیادی مسئلہ اسلام کے اخلاقی نظام کی ترویج و تنفیذ کا ہے (ایضاً' ص ۱۸۴)۔

محترمہ زینب الغزالی پابند سلاسل ہوئیں تو حکومت نے ان کی تنظیم کو اسی نام کی ایک دوسری تنظیم میں ضم کر دیا۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد آپ نے اخوان کے ترجمان الدعوۃ میں اسلامی موضوعات پر پھر قلم اٹھایا۔ ستمبر ۱۹۸۱ء میں صدر سادات نے اس پر پابندی لگا دی تو ایک دوسرے رسالہ لواء الاسلام کے ذریعے قلمی جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہ اپنے آپ کو الاخوات المسلمات کی ماں سمجھتی ہیں اور دعوت اسلامی کے مقاصد کے لیے اپنے آپ کو یکسو اور وقف کر رکھا ہے۔

اسلام' دعوت اسلامی' اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں ان کا ذہن بالکل صاف اور یکسو ہے۔ وہ کتاب و سنت کی بنیاد پر اسلامی معاشرے کی تعمیر سے پہلے کسی قسم کی انقلابی جدوجہد کو سعی لاحاصل تصور کرتی ہیں خواہ اس کے لیے طویل جدوجہد کرنی پڑے۔ کہتی ہیں:

جی ہاں' ہمیں کوئی عجلت نہیں ہے۔ سال' دہائیاں اور صدیاں دعوتوں اور تحریکوں کی عمر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ہم راستے پر ثابت قدم رہیں اور اپنے طریق کار کی صحت اور نقطۂ نظر کی درستی پر ہمارا اعتقاد محکم ہو (ص ۹)۔

ہمیں یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ ہمیں اطمینان ہے کہ ہم ایمان و اسلام کی تعمیر میں کچھ نئی اینٹیں لگا رہے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم تھڑدلی کا شکار نہ ہوں' پست ہمت اور بودے نہ بنیں اور اپنے عقیدے سے دست بردار نہ ہوں--- عقیدہ توحید کا' عمل کا' تمام انسانوں کے سامنے حق کو بیان کرنے کا عقیدہ' ایمان اس بات پر کہ قیدوبند اور تعذیب کا یہ مرحلہ تاریخ کا تسلسل ہے۔ اس سبق کو راہ حق کے ہر مسافر کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ وہ جہاد کی راہ پر گامزن رہے اور داعیان دین کا معاملہ کلامی مباحث' لذت اندوزی کی گفتگو اور تاریخ کی داستان تک محدود نہ رہ جائے (ص ۱۰)۔

۱۹۶۵ء میں جب جماعة السيدات المسلمات کو خلاف قانون قرار دیا گیا تو ارکان خواتین نے جو احتجاجی قرارداد منظور کی اس سے بھی محترمہ زینب الغزالی اور ان کی ہم خیال خواتین کی اسلامی جرات و موقف کا اندازہ ہوتا ہے۔ قرارداد کے چند جملے یہ تھے:

ہم مسلمان خواتین حکومت کے اس فیصلے کو مسترد کرتی ہیں۔ صدر جمہوریہ جو حکومت کے سیکولرازم کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے' ہم پر دھونس نہیں چلاسکتا' نہ وزارت شئون اجتماعیہ ہم پر اپنا فیصلہ نافذ کر سکتی ہے۔ دعوت اسلامی کسی جایداد یا بینک بیلنس کا نام نہیں ہے کہ اللہ و رسول اور امت مسلمہ کے دشمن اور ان کی حکومت اسے ضبط کرلے اور اس کا کام تمام کردے۔

حکومت تمام رقوم اور جایداد ضبط کرلے مگر ہمارا عقیدہ ہم سے نہیں چھین سکتی۔ ہمارا مشن دعوت اور داعیان کرام کا مشن ہے۔ ہم کلمہ توحید کی چھتری تلے کھڑے ہیں۔ خدا کی وحدانیت پر اعتقاد ہمیں مسلسل غیر منقطع جہاد کا پابند بناتا ہے تاآنکہ دین کا فہم و شعور رکھنے والوں کے ذریعے اسلام کی حکومت قائم ہو جائے (ص ۲۳-۲۴)۔

شیخ محمد الغزالی

شیخ محمد الغزالی (۱۹۱۷ء - ۱۹۹۶ء) مصر کے ایک ممتاز مذہبی عالم' داعی اور مفکر ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں بحیرہ کے ایک گاؤں "نکلاالعنب" میں پیدا ہوئے۔ بعد میں والد نے نقل مکانی کر کے اسکندریہ میں سکونت اختیار کرلی۔ والد تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ انھوں نے بیٹے کو ابتدا ہی میں حفظ قرآن پر لگا دیا۔ والد شیخ الاسلام امام ابوحامد الغزالیؒ کے معتقد اور مداح تھے۔ تصوف اور ارباب تصوف سے بے پناہ عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ اپنے بیٹے کا نام محمد الغزالی دراصل ایک خواب کے نتیجے میں رکھا جس میں امام غزالیؒ نے انھیں کچھ

اشارے کیے تھے۔ لیکن شیخ محمد الغزالیؒ نے آگے چل کر علم و تحقیق میں جو مسلک اختیار کیا وہ امام غزالیؒ صاحب تہافت الفلاسفہ' اور علامہ ابن رشد صاحب تہافت التہافت کے نظریات و منہاجیات کا جامع مسلک تھا۔ اگر امام غزالیؒ ایک فلسفی کا دماغ رکھتے تھے اور امام ابن تیمیہؒ نے ایک فقیہ کا تفقہ پایا تھا تو شیخ غزالی فلسفہ و فقہ' دونوں میدانوں کے شاگرد اور شناور تھے (قطب عبدالحمید قطب' خطب الشیخ محمد الغزالی فی شئون الدین والحیاۃ' دارالاعتصام' قاہرہ' ۱۹۸۷ء' الجزالاول' ص ۱۳)۔

محمد الغزالی نے ۱۹۴۱ء میں جامعہ الازہر سے فراغت حاصل کی اور اپنے ملک اور دوسرے عرب ملکوں میں متعدد اہم مناصب پر فائز رہے۔ مصر میں مساجد کونسل کے ڈائرکٹر' اسلامی دعوۃ کے ڈائرکٹر جنرل اور وزارت اوقاف میں انڈر سیکرٹری کی حیثیت میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جامعہ الازہر' جامعہ الملک عبدالعزیز ریاض اور جامعہ ام القریٰ مکہ نیز قطر یونی ورسٹی میں آپ نے مختلف مرحلوں میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ امیر عبدالقادر اسلامک یونی ورسٹی الجزائر کے اکیڈمک ڈائرکٹر بھی آپ رہے۔

دسمبر ۱۹۵۳ء میں اخوان المسلمون کی ہیئت تاسیسی سے آپ کو معطل کر دیا گیا تھا کیونکہ دوسرے مرشد عام حسن اسماعیل الہضیبیؒ کے خلاف تحریک عدم اعتماد چلانے والوں میں آپ کو بھی ملوث پایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جمال عبدالناصر کی شہ پر یہ تحریک چلی تھی جس کا شکار شیخ محمد الغزالی بھی بن گئے۔ بہرحال اخوان سے اخراج کے بعد بھی تادم حیات اسی فکر اور نظریہ کو سینے سے لگائے دین کی دعوت و اشاعت میں مصروف رہے۔

آپ کی زندگی پر جن اساتذہ و مصنفین کا گہرا اثر پڑا ان میں مندرجہ ذیل بڑے اہم ہیں:

۱- شیخ عبدالعظیم الزرقانی' مصنف مناھل العرفان فی علوم القرآن' یہ کلیہ اصول الدین جامعہ ازہر میں استاد تھے۔ ۲- معہد الاسکندریہ الدینی کے اساتذہ شیخ ابراہیم الغرباوی اور شیخ عبدالعزیز بلال' جو تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ۳- شیخ محمود شلتوت' جو بعد میں جامعہ ازہر کے شیخ مقرر ہوئے۔ ۴- شیخ حسن البناؒ۔

آخر الذکر کا اثر سب سے زیادہ گہرا پڑا۔ شیخ محمد الغزالی خود لکھتے ہیں:

امام شہید سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ وہ عقیدہ و شریعت کے عام علما سے زیادہ تفقہ رکھنے والے عالم دین تھے۔ وہ ایک قادر الکلام اور فصیح اللسان خطیب تھے۔ الفاظ ان کے منہ سے ابلتے تھے۔ وہ ہمیشہ اصولی گفتگو کرتے تھے۔ فضول بحثوں سے اجتناب کرتے تھے۔ حقائق کو پیش نظر رکھتے تھے' اوہام و تصورات کے پیچھے بھاگنے کے قائل نہ تھے۔ حسن البنا کو اس خوفناک مرحلے کا پورا ادراک تھا جس سے سقوط خلافت اور انہدام مملکت کے بعد اسلام گزر رہا تھا۔ یہ وہ دور تھا جبکہ

مشرقی و مغربی سامراج اسلامی حکومت کے ترکہ کو باہم تقسیم کر چکے تھے۔ اس مرد مومن نے خوفناک اور تہلکہ خیز طوفان کے آگے بند باندھ دیا (ایضاً، ص ۱۴)۔

شیخ محمد الغزالی نے جس مکتبہ فکر کو رائج کیا اس کی بنیاد اسلامی تاریخ کے تمام فقہی مسالک اور فکری رجحانات سے استفادہ پر قائم تھی۔ وہ نفسیات، معاشرت، سیاسیات، اقتصادیات اور تاریخ کے جملہ علوم عمرانی و انسانی کے تجربات و افکار اور دریافت کردہ نظریات سے اخذ و استفادہ کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ اسی سے کتاب و سنت کے صحت مند تفقہ کی آمیزش سے اجتہادی راہ پر گامزن ہونا ممکن ہے۔ وہ کہتے تھے کہ:

احکام شریعت کے تئیں صحت مند نقطۂ نظریا درست فیصلہ اسی وقت ممکن ہو گا جبکہ فہم و تفقہ کا افق کشادہ ہو اور قدیم و جدید علوم سے یکساں واقفیت کا عظیم الشان پس منظر موجود ہو۔ ہمارے اسلاف کا حال تو یہ تھا کہ انھیں فطرت کی سلامتی اور ذہانت و ذکاوت کا ایسا وافر حصہ عطا ہوا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ فہم و فیصلہ کی قدرت کے پورے طور پر مالک تھے مگر آج اس دور میں ہم ان کا معیار اسی صورت میں باقی رکھ سکتے ہیں جب کہ کئی گنا زیادہ مطالعہ کریں جس طرح دھندلی نظر کا آدمی خصوصی عینک کا استعمال کرتا ہے تاکہ وہ پڑھ سکے یا دور سے ان چیزوں کو دیکھ سکے جنھیں وہ عریاں آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا (ایضاً، ص ۱۵)۔

شیخ محمد الغزالی نے دعوت و جہاد کے میدان میں ۴۰ برس گزارے۔ مختلف مرحلوں اور نازک مقامات سے گزرنے کے بعد وہ اس نتیجے تک پہنچے کہ آج دین کی دعوت و تبلیغ کا کام بڑی تنظیم، منصوبہ بندی اور حکمت کا متقاضی ہے۔ داعی دین کو کتاب و سنت، فقہ اسلامی اور تہذیب اسلامی سے بھرپور واقفیت رکھنے کے ساتھ انسانی تاریخ، علوم کائنات و حیات اور معاصر انسانی ثقافتوں، تہذیبوں، فلسفوں اور نظریات کا بھی شناور ہونا چاہیے۔ اس کے دل و دماغ کے دریچے ہمیشہ وا رہیں تاکہ ان میں تازہ ہوا داخل ہو سکے۔ وہ انانیت، عجلت پسندی، اشتعال اور جذبات کا صید زبوں نہ ہو۔ دشمنان دین کے طور طریقوں اور اسالیب و منہاجیات سے پوری طرح آگاہ ہو۔ شیخ کے نزدیک دعوت و تبلیغ کے میدان میں سب سے زیادہ ضرر رساں اور مہلک چیز فاسد دین داری ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

دعوت اسلامی کے میدان میں ۴۰ برس کام کرنے کے بعد مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اسلامی کاز کو سب سے زیادہ نقصان فاسد دین داری نے پہنچایا ہے یعنی نفس ایسی غیبی طاقت کی طرف مائل ہو جس سے غلط اغراض و مقاصد کی تکمیل ہو یا اوہام و خرافات کو پھلنے پھولنے کا موقع ملے۔ مثال کے طور پر دین عقلی بیداری کا پیامبر ہے اور یہ لوگ عقل و ذہن کو خواب آور خوراک فراہم کرتے ہیں۔ دین قلب سلیم کا تقاضا کرتا ہے اور ان لوگوں کے دلوں پر بیمار ذہنیت کا تسلط ہے۔

اس فاسد دین داری کی نقاب کشائی کے لیے تفصیل درکار ہے تاکہ ان تمام نفسی و عقلی آفات اور بیماریوں کا تذکرہ ہو سکے جو اس مصیبت کا سبب بنتی ہیں۔ امام ابوحامد الغزالی نے احیا علوم الدین میں ان آفات اور امراض سے تفصیلی تعرض کے لیے ایک ضخیم حصہ مخصوص کیا ہے۔ اسی طرح امام ابن الجوزی نے اپنی تصنیف تلبیس ابلیس میں اس فاسد دین داری کی مختلف صورتوں سے پردہ اٹھایا ہے اور عوام و خواص کو اس سے دور رہنے کی تلقین کی ہے (ایضاً، ص ۱۷)۔

شیخ محمد الغزالی نے کم و بیش ۴۰ کتابیں تصنیف کیں۔ چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

○ تاملات فی الدین والحیاۃ (دین اور زندگی کے چند مسائل پر غور و فکر) ○ لیس من الاسلام (اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے) ○ رکائز الایمان بین العقل والقلب (عقل و قلب کے درمیان ایمانی ذخیرے) ○ الدعوۃ الاسلامیۃ تستقبل القرن الخامس عشر (دعوت اسلامی پندرھویں صدی کے استقبال میں) ○ عقیدۃ المسلم ○ خلق المسلم (مسلم کا اخلاق) ○ مشکلات فی طریق الحیاۃ الاسلامیۃ (اسلامی زندگی کے مسائل) ○ کیف نتعامل مع القرآن (ہم قرآن سے کیسا برتاؤ کریں؟) ○ الاسلام المفتری علیہ بین الشیوعیین والراسمالیین (اسلام، کیمونسٹوں اور سرمایہ داروں کے اعتراضات کے گھیرے میں) ○ الاسلام والاستبداد السیاسی (اسلام اور سیاسی استبداد) ○ الاسلام والاوضاع الاقتصادیۃ (اسلام کا اقتصادی نظام) ○ الاسلام والطاقات المعطلۃ (اسلام اور معطل قوتیں) ○ الاسلام والمناهج الاشتراکیۃ (اسلام اور اشتراکیت) ○ التعصب والتسامح بین المسیحیۃ والاسلام (اسلام اور مسیحیت میں تعصب اور رواداری) ○ جدد حیاتک (اپنی زندگی کو تازہ رکھو) ○ حقیقۃ القومیۃ العربیۃ (عرب قومیت کی حقیقت) ○ دفاع عن العقیدہ والشریعۃ (مستشرقین کے جواب میں اسلامی عقائد کا دفاع) ○ فقہ السیرۃ (تفہیم سیرت) ○ قذائف الحق (حق پر اعتراضات) ○ کیف نفهم الاسلام (اسلام کی تفہیم) ○ مع اللہ۔ دراسات فی الدعوۃ والدعاۃ (داعی اور دعوت پر چند مطالعے) ○ نظرات فی القرآن (قرآن پر تدبر کے چند شذرات) ○ فی معرکب الدعوۃ (کاروان دعوت کے جلو میں)۔

شیخ محمد الغزالی کی ایک اہم تصنیف من هنا نعلم (یہاں سے ہمیں علم حاصل ہوتا ہے) ہے جو دراصل شیخ خالد محمد خالد[۲] کی تصنیف من هنا نبدا (ہم یہاں سے آغاز کرتے ہیں) کا بھرپور جواب ہے۔ خالد نے اس کتاب میں تہذیبی و ثقافتی گمراہی کا راستہ دکھایا تھا اور اسلام کے نام پر غیر اسلامی فکر کی ترویج کی تھی۔ گرچہ شیخ خالد نے اس فکر سے رجوع کر لیا اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں الدولۃ فی الاسلام لکھ کر کفارہ ادا کر دیا مگر قتل کے بعد جفا سے توبہ کرنے کا نتیجہ پشیمانی کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ ان کی کتاب

سے پوری ایک نسل اسلامی تہذیب سے برگشتہ ہوئی اور مختلف شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ گئی۔ چنانچہ شیخ الغزالی نے اس کتاب کے مباحث کی مغالطہ آمیزی اور مصنف کی کج فکری کا سخت اور سنجیدہ نوٹس لیا اور علمی استدلال کے ذریعے اس کتاب کے پیدا کردہ تمام اعتراضات و شکوک کے کانٹے ایک ایک کر کے نکال دیے۔ چنانچہ اس پہلو پر اسلامی تصور آج مسلمات میں شمار ہونے لگا ہے (عمر عبید حسنہ، تقدیم، مشکلات فی طریق الحیاۃ الاسلامیۃ لمحمد الغزالی، کتاب الامہ، قطر، ۱۴۰۲ھ، ص ۱۲)۔ اسی طرح فاضل مصنف کی ایک اور کتاب دستور الوحدۃ الثقافیۃ بین المسلمین بڑی اہم ہے۔ مصنف کی یہ بحث بڑی جان دار ہے کہ اگر مسلمانوں میں فکری وحدت موجود ہے تو گویا ہر مسئلے کو حل کیا جا سکتا اور ہر بیماری دور کی جا سکتی ہے اور اگر یہ فکری وحدت ختم ہو جائے تو اس کی تلافی ممکن نہیں ہے اور آج یہی صورت درپیش ہے۔ عالم اسلام تہذیبی پسماندگی اور ثقافتی درماندگی میں مبتلا ہے۔ یہی وہ مرکزی فکر تھی جسے پوری شدت و قوت سے الجزائری مفکر مالک بن نبی [۳] نے پیش کیا تھا (عمر عبید حسنہ، حوالہ بالا، ص ۱۳)۔

مصطفی السباعی

شام کے مفکر، مصنف اور بانی تحریک اسلامی شیخ مصطفی السباعی (۱۹۱۵ء-۱۹۶۴ء) علما کے خانوادے میں شہر حمص میں پیدا ہوئے۔ والدین نے دینی تربیت و تعلیم کے ساتھ سیاسی شعور اور سماجی ذمہ داریوں کا احساس بھی بیدار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آگے چل کر موصوف نے فرانسیسی استعمار کے خلاف عملی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۸ برس کی عمر میں شیخ نے مصر کا سفر کیا اور یہ سفر ان کی زندگی کے لیے راہ عمل اور نقشہ کار متعین کرنے میں بڑا کارگر ثابت ہوا۔ جامعہ الازہر میں داخلہ لے کر آپ نے مصر کی اسلامی و سیاسی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا۔ یہیں آپ شیخ حسن البنا سے بیعت ہوئے اور اخوان المسلمون میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۳۴ء میں برطانوی استعمار کے خلاف احتجاجی مظاہروں کو منظم کرنے کے جرم میں جیل میں ڈال دیے گئے۔ ۱۹۴۰ء میں انگریزوں نے دوبارہ گرفتار کر لیا اور تخریبی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزام میں آپ کو فلسطین کے سرفند کیمپ میں منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۴۱ء میں رہائی ملی تو حمص آکر انجمن شباب محمد کی بنیاد ڈالی۔ جلد ہی فرانسیسی استعمار نے مختلف سماجی اور سیاسی مصروفیات کی وجہ سے ڈھائی سال کے لیے جیل میں بند کر دیا۔ قید و بند کی یہ مدت ذہنی و جسمانی تعذیب و ایذا دہی کی وجہ سے شیخ کی صحت کے لیے بڑی مہلک ثابت ہوئی مگر ۱۹۴۳ء میں دیوار زنداں سے باہر آئے تو اگلے ۲۰ برسوں میں وہ ایک مجاہد، مصنف، معلم اور قائد تحریک کی حیثیت میں شامی مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن اور اعدائے اسلام کے لیے برہنہ تلوار ثابت ہوئے۔

۱۹۴۶ء میں شیخ مصطفیٰ السباعی نے مختلف اسلامی جمعیتوں کو اتحاد و انضمام کی دعوت دی اور سب نے مل کر شام میں الاخوان المسلمون کی تشکیل کی۔ شیخ السباعی اس کے پہلے مراقب عام منتخب ہوئے۔ آپ نے تحریک کے استحکام کے لیے سخت مجاہدہ کیا۔ اسے سیاسی پارٹی کی حیثیت میں نہیں بلکہ ایک روحانی و اخلاقی اجتماعیت کی حیثیت میں ملک میں ہمہ گیر اسلامی اصلاح و تبدیلی کے لیے رائے عامہ کی ہمواری کے لیے منظم کیا۔ چونکہ دمشق یونی ورسٹی میں آپ ایک معلم اور منتظم کی حیثیت میں فائز تھے، اس لیے نئی نسل کی تربیت کے بہتر مواقع آپ کو میسر آئے۔

شیخ مصطفیٰ السباعی کی اہم تصنیف اشتراكية الاسلام نے کافی ہنگامہ کھڑا کیا۔ مصنف نے دعویٰ کیا کہ مغرب کے مادہ پرستانہ الحادی نظریہ کے علی الرغم اسلام کا تصور اشتراکیت بالکل مختلف اور متضاد ہے۔ اس تصور کی بنیاد انسانی فطرت پر ہے اور یہ زندگی، آزادی، علم، وقار اور ملکیت کے پانچ فطری حقوق پر استوار ہے۔ اللہ اس کائنات کا مالک و متصرف ہے۔ انسان محنت و دیانت کے ذریعے املاک و جایداد کے مناسب استعمال پر مامور ہے۔ بنیادی عوامی خدمات کی تعمیم (عمومیت) اور تکافل اجتماعی اور مباعیت (باہم رضامندی) کی بنیاد پر اسلامی قوانین کی تنفیذ کر کے ریاست ایک طرح سے تنظیم کی ذمہ داری نبھاتی ہے۔ شیخ السباعی کے ان نظریات پر بڑی تنقیدیں ہوئیں کیونکہ یہ ایک طرح سے اسلام اور سوشلزم کا ملغوبہ تیار کیا گیا تھا۔

(The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World, Vol.IV, pp 71-72)۔

خرابی صحت کی بنا پر ۱۹۵۷ء میں السباعی نے عصام العطار کو اپنا جانشین مقرر کر دیا، گرچہ روحانی طور پر اپنی وفات تک وہ قیادت کرتے رہے۔ مذکورہ بالا تصنیف کے علاوہ کچھ دیگر کتابوں کے نام یہ ہیں:

۱- السيرة النبوية - دروس وعبر (سیرت نبویؐ - عبرت و نصیحت کا خزینہ) ۲- من روائع حضارتنا (ہماری تہذیب کے تابناک پہلو) ۳- المراة بين الفقه والقانون (عورت اسلامی فقہ اور جدید قوانین کے تناظر میں) ۴- هكذا علمتني الحياة (خود نوشت)۔

آپ نے تین معروف ادبی اور علمی جرائد کی ترتیب و ادارت کے فرائض بھی انجام دیے: ۱- المنار ۲- المسلمون ۳- حضارة الاسلام۔

آپ نے فقہ اسلامی کی ایک انسائیکلوپیڈیا کی جمع و ترتیب کا آغاز کر دیا تھا مگر کام مکمل نہ ہو سکا۔

(جاری)

حواشی

(۱) ہدیٰ شعراوی (۱۸۷۹ء - ۱۹۴۷ء) مصری تحریک نسواں کی ایک اہم رہنما، بالائے مصر کے علاقے المنیا میں پیدا ہوئیں۔

پورا نام نورالہدیٰ سلطان تھا مگر ہدیٰ شعراوی کے نام سے معروف ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم و تربیت قاہرہ ہی میں ہوئی۔ حفظ قرآن کے ساتھ فرانسیسی زبان میں بھی مہارت حاصل کرلی۔ ۱۳ برس کی عمر میں چچازاد علی شعراوی سے شادی کی۔ ایک سال کے بعد ہی سات سال کے لیے شوہر سے علیحدگی ہوگئی۔ اس دوران ایک خواتین سیلون میں کام کیا جہاں سے وہ تحریک نسواں سے متعارف ہوئیں۔ ۱۹۰۰ء میں شوہر کے ساتھ دوبارہ رہنے لگیں۔ چنانچہ دو بچوں ایک بیٹی بثنہ اور بیٹے محمد کی ماں بنیں۔ ۱۹۰۹ء میں قاہرہ یونی ورسٹی اور الجریدہ کے دفاتر میں پہلی بار خواتین کے لیے خواتین کے ذریعہ لیکچرز کا اہتمام کیا۔ ۱۹۱۴ء میں خواتین کے اندر مغربی بیداری پیدا کرنے کے لیے الاتحاد النسائی التہذیبی کی بنیاد رکھی اور اسی مقصد کے لیے ایک دوسری انجمن جمعیۃ الرقی الادبیۃ للسیدات المصریۃ (مصری خواتین انجمن برائے ادبی ترقی) کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ ان تنظیموں کا مقصد ادب و ثقافت کے خوشنما نعروں کے ذریعے مصری خواتین کو اسلام کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنا تھا۔ میاں اور بیوی نے مل کر اس فتنہ کو خوب ہوا دی۔ ۱۹۱۹ء میں خواتین کی ایک احتجاجی ریلی منظم کرنے کے بعد وفد پارٹی کی خواتین شاخ (لجنۃ الوفد المرکزیۃ للسیدات) کی مرکزی صدر مقرر کر دی گئیں۔ اس کے بعد انھوں نے قومی جنگ آزادی میں خواتین کی پر تشدد شرکت کے لیے راہ ہموار کی اور انگریزوں کے تجارتی سامانوں کی خرید و استعمال کے خلاف منظم تحریک چلائی۔

۱۹۲۳ء میں آزادی کے حصول کے بعد شعراوی نے الاتحاد النسائی المصری کی تاسیس کی اور اس کی صدر مقرر ہو کر مصر میں پہلی "تحریک نسواں" کی بھرپور قیادت کی۔ اسی سال روم کی ایک بین الاقوامی خواتین کانفرنس میں شرکت کے بعد وطن واپس آئیں تو ایک سیاسی مظاہرے میں شرکت کرتے ہوئے عوام کے سامنے پہلی بار چہرے کا حجاب نوچ کر پھینک دیا اور پھر بے حجابی ان کا شعار بن گئی۔ ۱۹۲۴ء میں انھوں نے خواتین کے مفت علاج کے لیے دارالتعاون الاصلاحی کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۱۹۲۵ء میں فرانسیسی زبان میں ایک ماہوار رسالہ "L'Egyptienne" جاری کیا۔ ۱۹۳۷ء میں عربی زبان میں ماہنامہ المصریۃ کا بھی آغاز ہوگیا۔ ان دونوں رسالوں نے تحریک نسواں کے افکار و نظریات کی خوب اشاعت کی اور اسلام کے روایتی تصورات پر حملے کیے۔ ۱۹۳۸ء میں ہدیٰ شعراوی کو خواتین کانفرنس برائے دفاع فلسطین کی میزبانی اور ۱۹۴۴ء میں قاہرہ میں Arab Feminist Conference کا اہتمام و انصرام کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ۱۹۴۵ء میں الاتحاد النسائی العربی کی تشکیل ہوئی تو اس کی اولین صدر منتخب ہوئیں۔ ۱۹۴۷ء میں وفات سے کچھ قبل ہی حکومت مصر نے انھیں اعلیٰ ترین امتیاز سے نوازا۔

(۲) خالد محمد خالد مصر کے معروف و متنازع مصنف اور مقالہ نگار ۱۹۲۰ء میں صوبہ شرقیہ میں پیدا ہوئے۔ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ الازہر سے ۱۹۴۷ء میں گریجوایشن کیا اور اس کے بعد وہیں سے فن تدریس میں سرٹیفکیٹ کا کورس بھی مکمل کیا۔ عربی زبان کے ایک استاذ کی حیثیت سے انھوں نے ملازمت شروع کی۔ اس کے بعد وزارت تعلیم کے ادارۃ الثقافۃ میں اور وزارت ثقافت کی ہیئت الکتب کے ساتھ بھی مدتوں منسلک رہے۔ بعد میں شعبہ اشراف علی ادارۃ تحقیق التراث کے

سپروائزر بھی مقرر ہوئے۔ ۳۰ سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ مختلف علمی، ادبی اور سیاسی موضوعات پر قلم اٹھایا اور الشرق الاوسط لندن، المسلمون، المصور، الاہرام اور الوفد جیسے اخبارات و جرائد میں آپ کے افکار شائع ہوتے رہے۔ آپ کی پہلی تصنیف من هنا نبدا ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی تو علما ازہر کے سخت احتجاج کی وجہ سے حکومت نے اسے ضبط کرلیا۔ پھر قاہرہ ڈسٹرکٹ کورٹ کے حکم سے یہ ضبطی منسوخ ہوئی۔ اس کتاب میں دین اور ریاست کی تفریق کی وکالت کی گئی تھی اور ۱۹۲۰ء میں علی عبدالرزاق کی طبع شدہ کتاب الاسلام واصول الحکم کے افکار کی حمایت کی گئی تھی۔ مصنف نے معتدل جمہوری سوشلزم، موثر برتھ کنٹرول اور حقوق نسواں کا مطالبہ کیا تھا۔ ان افکار کا اظہار مصنف نے اپنی دوسری کتب جیسے مواطنون لا رعایا (۱۹۵۱ء) اور معا علی الطریق محمد والمسیح (۱۹۵۸ء) میں بھی کیا۔ اسی طرح اپنی ایک اور تصنیف الدیمقراطیة ابدا (۱۹۵۳ء) میں بھی یہی نظریہ پیش کیا۔ ۱۹۸۱ء میں اپنی نئی کتاب الدولة فی الاسلام میں مصنف نے اپنے سیکولر نظریہ سے توبہ کی اور اسلام کے مذہبی و شہری مشن کی تنفیذ کے لیے حکومت کی ضرورت محسوس کی۔ اسلامی حکومت میں آزادی کے تصور پر انھوں نے زور دیا اور شورائی نظام کو پارلیمانی جمہوریت کے مشابہ قرار دیا۔

(۳) مالک بن نبی (۱۹۰۳ء-۱۹۷۳ء) الجزائر کے بہت بڑے اسلامی مفکر تھے۔ آپ کی پیدائش کے وقت ملک پر فرانسیسیوں کا تسلط تھا۔ انھوں نے ملک کی تہذیب، تمدن اور تشخص کو مسخ کرنے کے لیے عسکری، سیاسی، علمی محاذوں پر جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے شیخ عبدالحمید بن بادیس نے ۱۹۱۳ء میں جمعیۃ العلما المسلمین کی بنیاد ڈال دی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں مالک بن نبی نے الیکٹرک انجینئرنگ کی تحصیل کے لیے پیرس کا سفر کیا تو وہ ایک مستغرب طالب علم تھے۔ مغرب کا مطالعہ انھوں نے ایک مسلمان کی حیثیت سے کیا۔ وہاں مسلمانوں کی تمام تحریکوں سے انھیں آشنائی ہوئی۔ امیر شکیب ارسلان اور گاندھی سے ملاقات کی۔ ۱۹۵۲ء میں انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں الجزائر واپس آئے تو ہائر ایجوکیشن کے ڈائرکٹر مقرر ہوئے مگر تحریک اور فکری کام سے دست کش نہ ہوئے۔ کچھ سالوں تک قاہرہ میں بھی مقیم رہے۔ آخری سالوں میں فرانسیسی کے علاوہ عربی میں بھی براہ راست لکھنے لگے تھے۔ وفات وطن ہی میں ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں پہلی فرانسیسی تصنیف الظاهرة القرآنية منظرعام پر آئی جس کا عربی ترجمہ بھی شائع ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں عربی میں ناول لبیک شائع کیا۔ ۱۹۴۸ء میں فرانسیسی میں The Conditions of Renaissance، ۱۹۵۴ء میں فرانسیسی میں اور ۱۹۸۸ء میں انگریزی میں Islam in History and Society شائع ہوئی۔ دو جلدوں میں مذکرات شاهد القرن دل چسپ خود نوشت ہے۔ دوسری کتب یہ ہیں:

In the Whirl Wind World of the Battle (1961), The Agro-Asiatism (1956), The Ideological Struggle in the Colonized Countries (Arabic, 1957), The New Social Edification (Arabic, 1958), The Idea of an Islamic Common Wealth (Arabic, 1958) etc.